R. No. 2186/57 — Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون - ۲۹
قیمت تین روپے سالانہ
[illegible]

تاریخ اشاعت
[illegible]
۲۲ مئی ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر: آل احمد سرور

جلد ۲۵ - شمارہ ۲۰

اداریہ

ریڈیو اور اُردو

عرصہ سے یہ کوشش ہو رہی تھی کہ اردو کے پروگراموں میں اضافہ کیا جائے۔ خوشی کی بات ہے کہ ۱۵ مئی سے دہلی سے دو گھنٹے روزانہ کا اردو پروگرام نشر ہونے لگا ہے۔ منتری راج بہادر وزیر اطلاعات و نشریات نے اس پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے بہت اچھی تقریر کی۔ انھوں نے اس قومی زبان کے شاندار ادبی سرمائے کا اعتراف کیا اور آزادی کی جدوجہد اور قومی یکجہتی کی مہم میں اردو ادب کے رول کی اہمیت تسلیم کی۔ ہمیں یقین ہے کہ اردو کا یہ نیا پروگرام مقبول ہوگا اور سننے والوں کو اس کے ذریعہ سے دلچسپ انداز میں قومی زندگی کے ہر پہلو کی جھلک ملے گی۔

دہلی کے علاوہ سری نگر، لکھنؤ، پٹنہ، حیدرآباد، بمبئی، بھوپال میں بھی اردو کے پروگراموں میں اضافے کی بھی تجویز ہے۔ امید ہے کہ اس اضافے کا بھی جلد اعلان ہوگا۔ دراصل اب تک آل انڈیا ریڈیو نے اردو جیسی عام فہم اور دلکش اور مقبول زبان سے پورا کام نہیں لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پنجاب کے بہت سے لوگ اور فوج کے کچھ لوگ پاکستان ریڈیو تک سننے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ اس سلسلے میں کہنا پڑتا ہے کہ فلموں نے اردو زبان اس وجہ سے اختیار نہیں کی کہ فلم والے اردو کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اردو اس وجہ سے اختیار کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنا چاہتے تھے۔ ریڈیو والے اب تک اس معاملے میں حقیقت پسند تھے نہ تمام قومی زبانوں کے حقوق کا انھیں لحاظ تھا۔ مگر اب فضا بدل رہی ہے۔ یہ بھی احساس ہو رہا ہے کہ اگر پاکستان والوں تک پہنچنا ہے اور تاشقند اسپرٹ کو عام کرنا ہے تو اردو زبان سے اور کام لینا پڑے گا۔ یہ زبان تو دونوں کے میل سے پیدا ہی ہوئی ہے۔ یقین ہے کہ اردو زبان کے ذریعہ سے ہندوستان اور پاکستان بھی ایک دوسرے کے اور قریب آ جائیں گے اور تمام معاملات میں دوستی اور تعاون کا ثبوت دے سکیں گے۔ ہندوستان تو شروع سے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ پاکستان میں بھی بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ ہندوستان سے دوستی قائم رہے۔ اردو کے ذریعہ سے اس مبارک کام میں بڑی مدد ملے گی۔

اردو کے ان پروگراموں کو اور متنوع اور جاندار بنانا چاہیے۔ پروگراموں کے معنی کچھ تقریریں، کچھ خبریں، کچھ گانے، کچھ فیچروں کے نہیں، اول تو ہر ریڈیو اسٹیشن کو اچھے اناؤنسروں کی ضرورت ہے۔ ڈی میلو اور سعیدہ بانو اس لیے مقبول ہیں کہ ان کی آواز سنتے ہی بہت سے لوگ سب کام چھوڑ کر ریڈیو کے قریب آ جاتے ہیں۔ اس طرح کچھ ریڈیو کی شخصیتیں پیدا کرنی چاہئیں جیسے شوکت تھانوی کے قاضی جی تھے۔ ان کے ذریعہ سے حالات حاضرہ پر تبصرہ زیادہ پرلطف ہو جاتا ہے۔ ان پروگراموں میں تقریریں زیادہ نہیں ہونی چاہئیں۔ انٹرویو، فیچر، خاص خاص ملاقاتوں کی صدابندی زیادہ ہونی چاہیے۔ ادبی شخصیتوں سے انٹرویو تو ہونے چاہئیں مگر سائنس دانوں، قومی

اِس شمارے میں

کارکنوں، مورخوں، ماہرین نفسیات، فن کاروں سے انٹرویو بھی لینے چاہئیں۔ مختلف علاقوں کے خاص خاص تہواروں پر بھی پروگرام ہونے چاہئیں۔ مشاعروں میں چند مشہور شاعروں کو ہر جگہ بلانے کے بجائے ہر مشاعرے کے ذریعے سے کچھ نئے شعرا کو روشناس کرانا چاہیے۔ ہر سال میں ایک مشاعرہ نئے شعرا کا ہونا چاہیے۔ ایک بزم نئے کہانی لکھنے والوں کو جمع کرنا چاہیے۔ ایک بزم مزاح نگاروں کو بلانا چاہیے۔ خاندانی منصوبہ بندی، غذا کی صورت حال، بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے کے مسئلے پر خشک تقریریں سننا ہے کوئی فائدہ نہیں۔ ایک اچھا فن کار ان موضوعات پر ڈرامے لکھ سکتا ہے۔ ان کا اثر زیادہ ہوگا۔ سائنس کی دنیا کے نام سے علٰحدہ ہفتہ وار پروگرام ہونا چاہیے طلبا و طالبات کے دلچسپ مباحثے اور زیادہ رکھنے چاہئیں۔

جن لوگوں کو ساہتیہ اکاڈمی کے انعامات ملتے ہیں یا صدر کی طرف سے علم کے ایوارڈ ملتے ہیں ان سے انٹرویو لینے چاہئیں۔ کتابوں پر تبصروں میں زیادہ گہرائی اور دیر تک کی ضرورت نہیں۔ ان کے معنی خیز اور اہم پہلوؤں کا تعارف کافی ہے۔ امید ہے کہ ریڈیو والے ان باتوں پر غور کریں گے۔ ہمارا تو ایمان یہ ہے کہ اردو کے پروگراموں کے ذریعے سے ہم ہندوستان کی ہمہ گیر اور رنگارنگ زندگی کی عکاسی بھی کر سکتے ہیں اور جمہوریت اور قومی نصب العین کے لیے لوگوں میں ولولہ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔

سیر بین

یاد ش بخیر مرحوم وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ——— پنجاب کے لوگ ہندی اور پنجابی کے لیے لڑتے ہیں لیکن ان دونوں کی یہ باہمی جنگ اردو زبان میں ہوتی ہے ———

مرحوم کا یہ ارشاد ایک لطیفہ نہیں بلکہ ٹھوس حقیقت تھا۔ جو آج بھی اسی طرح اٹل ہے جس طرح کئی برس پہلے جب یہ بات کہی گئی تھی۔ آج بھی پنجاب میں ہندی اور پنجابی کے حامی اپنے اظہار خیال کے لیے بیشتر اردو زبان ہی استعمال کرتے ہیں۔

حال ہی میں ایک تازہ واقعہ پیش آنے پر جو حقیقت سامنے آئی ہے وہ پنڈت نہرو مرحوم کے ارشاد سے بھی زیادہ دلچسپ ہے ——— پنجاب کی تنظیم نو کے سلسلے میں مرکز نے جو کمیشن مقرر کیا ہے اس کمیشن کے چیرمین صاحب تینوں اردو، ہندی اور پنجابی زبانوں سے نابلد ہیں، لہٰذا اس کمیشن نے ہندی اور پنجابی کے حامیوں کو اپنے سامنے پیش ہونے اور ان سے عرضداشتیں طلب کرنے کے لیے جو دعوت نامہ بھیجا ہے وہ ہندی اور پنجابی کے بجائے یا تو انگریزی میں ہے یا اردو میں۔

اس دلچسپ واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ہندی کے حامی ایک اردو اخبار نے لکھا ہے۔

"...... انگریزی کے متعلق تو یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ ابھی راشٹر بھاشا ہندی کی بجائے انگریزی چل رہی ہے۔ لیکن ہندی اور پنجابی کے مدعیوں کو اردو میں سرکلر بھیجنا باعث حیرت ہے۔"

تاہم آگے چل کر اس معاصر نے جھوٹ چھوڑ کر حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے خود ہی لکھا ہے۔

"...... کمیشن سارے معاملے کی اصلیت کو بھانپ گیا ہے اور اسے کسی نے یہ حقیقت بتا دی ہے کہ پنجابی اور ہندی دونوں کے مدعی اپنے اپنے کیس اردو میں پیش کرتے ہیں۔ اور ہندی پنجابی کے اٹھارہ سالہ پرچار کے باوجود پنجاب کے کثیر الاشاعت اخبار آج بھی اردو میں ہی چھپتے ہیں ——"

اس سلسلے میں یہ بات اور بھی دلچسپ ہے کہ ہندی اور پنجابی کے مدعیوں نے اپنے میمورنڈم ان دونوں زبانوں میں نہیں بلکہ انگریزی میں پیش کیے ہیں۔

برسبیل تذکرہ ایک اور انکشاف قارئین کے لیے شاید اس سے بھی زیادہ دلچسپی کا باعث ہو۔ جو اس حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ وہ یہ کہ پنجاب کے محکمہ تعلقات عامہ کی ایک مراٹھا الاصل ڈپٹی ڈائرکٹر صاحبہ انگریزی، اردو، ہندی اور پنجابی زبانوں میں شائع ہونے والی تمام سرکاری مطبوعات کی نگراں ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ موصوفہ اردو زبان اور اردو رسم الخط دونوں سے بالکل ناآشنا ہیں۔ لیکن اردو سے عدم واقفیت کے باوجود آپ پنجاب سرکار کے زیر اہتمام شائع ہونے والی دیگر اردو مطبوعات کے ساتھ سرکار کے ادبی مجلہ ماہنامہ "پاسبان" کی نگرانی بھی فرماتی ہیں۔ لیکن یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ اردو مضامین کے زشت و خوب کا فیصلہ کرنے کے لیے آپ کس آلہ کا استعمال فرماتی ہیں۔

(مرسلہ: سورج تنویر)

ہسٹری آف اردو لٹریچر شائع ہو گئی

آگرہ ۱۷ مئی۔ جناب شاہ نصیر فریدی لیکچرر شعبہ انگریزی شعبیہ کالج آگرہ نے اردو ساہتیہ کی اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے انگریزی زبان میں ہسٹری آف اردو لٹریچر کے نام سے ایک تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر تارا چند صاحب نے لکھا ہے اور اسے مہیندرا پرشاد اینڈ سنز ہاسپٹل روڈ آگرہ نے شائع کیا ہے۔

(ایک نامہ نگار)

منیر اقبال

کپتان ولیم کرک پیٹرک

(CAPT WILLIAM KIRKPATRICK)

جس زمانے میں گل کرسٹ اردو زبان و ادب کی خوشہ چینی میں مصروف تھا، اسی زمانہ میں ایک اور بے حد ذہین انگریز مستشرق کپتان ولیم کرک پیٹرک نے بھی اس میدان میں قدم رکھا تھا۔ ولیم کرک پیٹرک کے ذہن میں اردو زبان کی ایک بے حد مفید اور جامع قواعد کا خاکہ تھا۔ اگر حالات یاوری کرتے اور کرک پیٹرک اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہنا سکتا تو اغلب تھا کہ ہندوستانی زبان و ادب میں اس کی حیثیت گل کرسٹ سے کسی طرح بھی کم نہ ہوتی۔ اس نے اہل یورپ کے ہاتھوں میں ایک بے حد کار آمد کتاب دینے کا تہیہ کیا تھا۔

۱۸۰۵ء کے اینول رجسٹر کا مبصر کرک پیٹرک کے علم و فضل اور علوم مشرقی پر اس کی دسترس کی بے حد تعریف کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرک پیٹرک کو ایشیائی ادب اور جغرافیہ کی امتیازی معلومات حاصل تھیں۔ ساتھ ہی ہندوستانی ریاستوں کے کردار، سیاست اور تاریخ سے بھی گہری واقفیت رکھتا تھا۔ کرک پیٹرک کو گل کرسٹ پر یہ فضیلت حاصل تھی کہ وہ قدیم ہندوی سے بھی مکمل طور پر واقف تھا اور فارسی زبان کا قابل لحاظ حد تک ماہر تھا۔

کرک پیٹرک کی پیدائش ۱۷۵۴ء میں ہوئی تھی۔ وہ کرنل جیمس کرک پیٹرک کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ ولیم ۱۷۷۱ء میں فوج میں کیڈٹ بھرتی ہوا پھر ۱ جنوری ۱۷۷۳ء کو بنگال کی پیدل فوج میں ادنیٰ کمیشن افسر مقرر ہوا۔ ۹ اپریل ۱۷۷۷ء کو لیفٹیننٹ کرنل ۳۰ جون ۱۸۰۴ء کو دیسی پیدل فوج کا کرنل ۴ جون ۱۸۱۱ء کو میجر جنرل بنایا گیا۔ ولیم کرک پیٹرک نے ۱۷۷۷ء سے ۱۷۸۵ء تک بنگال کے کمانڈر ان چیف لیفٹیننٹ جنرل گلس سٹیبرٹ کے تحت فارسی ترجمان کے فرائض بھی انجام دیئے۔ اس نے مقالات جنگ کو فارسی زبان میں منتقل بھی کیا تھا۔ یہ ترجمہ ۱۷۸۲ء میں شائع ہوا تھا۔ وہ گوالیار میں سندھیا کا ریزیڈنٹ بھی رہا اور ۱۷۹۰ء سے ۱۷۹۱ء کی میسور کی لڑائی میں لارڈ کارنوالس کے عملہ میں اس نے فارسی ترجمان کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ۱۷۹۳ء میں تبت کے لاما اور نیپال کی حکومت سے ان بن ہو گئی جس کے نتیجہ میں چینی فوج تبت سے گزر کر کھٹمنڈو کے قریب جم گئی۔ نیپال نے برطانیہ سے مدد چاہی۔ لارڈ کارنوالس نے نیپالی سفیروں سے بات چیت کرنے کی ذمہ داری کرک پیٹرک کے سپرد کی۔ اس کے بعد کرک پیٹرک کو نیپال کے راجہ سے ملنے کے لیے اس کے دربار میں بھیجا گیا۔ کرک پیٹرک اور اس کا ساتھی پہلے انگریز تھے جنھوں نے بنگال اور نیپال کی سرحد کو الگ کرنے والے پہاڑوں کی عظیم الشان قطار کو پار کیا۔ اس نے اس ذمہ داری کو جس قابلیت سے تکمیل تک پہنچایا، کارنوالس نے اس کی بڑی تعریف کی۔ ۱۷۹۵ء میں نظام حیدرآباد کا ریزیڈنٹ مقرر ہوا۔ ۱۷۹۷ء میں خرابی صحت کی وجہ سے وہ کیپ ٹاؤن بھیج دیا گیا۔ یہاں اس کی ملاقات مارکوئس ویلزلی سے ہوئی۔ ویلزلی اس کو واپس ہندوستان لے آیا اور ملٹری سیکرٹ سروس کا سکریٹری بنا دیا۔

سرنگا پٹم کی شکست کے بعد میسور کی تقسیم کے منتظم کمشنروں میں کرک پیٹرک بھی تھا۔ اس خدمت کے صلہ میں اس کو دس ہزار پگوڈا ملے۔

۱۸۰۱ء عیسوی میں وہ پونا کا ریزیڈنٹ بنایا گیا، لیکن اسی سال اس کو خرابی صحت کی وجہ سے ہندوستان چھوڑنا پڑا۔

نیشنل بائیگرافی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فارسی کی بہت سی کتابوں کو انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ٹیپو سلطان کے خطوط اور ڈائری کا ترجمہ بھی لندن سے ۱۸۰۷ء میں شائع کیا تھا۔ ۱۷۹۳ء میں نیپال جانے والے مشن کے حالات بھی اس نے لکھے تھے جو ۱۸۱۱ء میں شائع ہوئے۔ انڈیا ہاؤس (موجودہ انڈیا آفس) کی لائبریری کے انتخاب میں اس کا ہاتھ ہے۔

ہندوستانی زبان و ادب کے میدان میں کرک پیٹرک صحیح معنی میں گل کرسٹ کا حریف تھا۔ ویلزلی کی اس کے بارے میں رائے ہے کہ اس کو ہندوستان میں ایک بھی شخص ایسا نہیں مل سکا جو مشرقی زبانوں میں مہارت اور ہندوستان کے علاوہ طبقوں رسم و رواج اور دستور سلطنت سے واقفیت کے اعتبار سے کرک پیٹرک کی ہمسری کر سکے۔ لیکن وہ علم و ادب کی بے لوث خدمت کو اپنا شعار نہیں بنا سکا اس لیے اس کو گل کرسٹ سے اس میدان میں مات کھانی پڑی۔

اینول رجسٹر ۱۸۰۵ء کا تبصرہ نگار کرک پیٹرک کے مسلمہ قواعد و لغت کے متذکرہ بالا خاکے کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کام میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس کی سرپرستی کی تھی۔ لیکن اہم چیف عہدے (کمانڈر ان چیف آف انڈیا کے فارسی سکریٹری) سے تعلق رکھنے والی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس کو اس کام سے دستبردار ہونا پڑا۔ اس دستبرداری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کا دوست گل کرسٹ اس کام کی تکمیل میں پوری دلچسپی سے لگا ہوا تھا۔ اس لیے اپنی لغت اور قواعد کی تکمیل کے لیے کمپنی سے جو رقم ملی تھی وہ اس نے گل کرسٹ کو ادا کر دی۔

ہندوستانی زبان کے قواعد و لغت کی ترتیب و تدوین میں کرک پیٹرک کی زبردست اہمیت کا اندازہ گل کرسٹ کو بھی ہو گیا تھا۔ گل کرسٹ کو جس وقت غازی پور میں اپنے ایک دوست سے خود کرک پیٹرک کے کام کی اطلاع ملی تو فرط رنج سے وہ بیمار پڑ گیا۔ ۱۷۸۵ء میں کرک پیٹرک سے ملاقات کے بعد وہ جب ہی مطمئن ہوا جب دونوں نے اپنی اپنی راہیں الگ متعین کر لیں۔ لیکن جنوری ۱۷۸۸ء کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ کرک پیٹرک نے اس خیال کو قطعی ترک کر دیا۔

کلکتہ گزٹ سے پتہ چلتا ہے کہ ولیم کرک پیٹرک فورٹ ولیم کالج کے انتظامیہ اور مدرسین میں بھی شامل تھا لیکن نیشنل بائیگرافی سے اس کی

تصدیق نہیں ہوتی۔

۲۶/ ستمبر ۱۷۸۸ء کو گلکرسٹ نے کلکتہ میں ہی شادی کی۔

۲۲/ اگست ۱۸۱۲ء کو ۵۸ سال کی عمر میں اس کی وفات ہوئی۔

کرک پیٹرک نے گلکرسٹ سے کچھ پہلے کام شروع کیا تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی دفتری کارروائیوں میں اس کے بیشمار مراسلات ہیں ان میں سے چند اس کی مجوزہ ہندوستانی قواعد و لغت سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا خط جو ملتا ہے وہ ۱۶/ جولائی ۱۷۸۴ء کا ہے اور کورٹ آف ڈائرکٹرس کے نام لنڈن سے لکھا گیا تھا۔ اس طویل خط میں ہندوستانی زبان کی جس کو وہ "ہندوی" کہتا ہے اور "جو یورپ میں بہت اچھی طرح سمجھی جاتی ہے" اہمیت واضح کرتے ہوئے کورٹ آف ڈائرکٹرس کو اطلاع دی تھی کہ ہندوستانی زبان کے قواعد لغت مرتب کرنے کا کام نیز اس کی اشاعت کا اہتمام بھی اس نے شروع کر دیا ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ:

"آنرایبل کورٹ آف ڈائرکٹرس کو میں اس بات سے باخبر کرنا چاہتا ہوں کہ انگلستان آتے ہی فارسی و عربی رسم خط کے ٹائپ میں نے خرید لیے ہیں اور دیوناگری رسم خط کے ان نمونوں کے مطابق جو بنگال سے روانہ ہونے سے قبل میں نے بنوائے تھے صحیح و دیدہ زیب ٹائپ کے ڈھالنے کے لیے ایک آرٹسٹ کی خدمات بھی میں نے حاصل کر لی ہیں"

کرک پیٹرک نے اسی خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ مسودے کے ابتدائی اجزا اس نے مطبع کے حوالے کر دیئے ہیں اور یہ توقع ظاہر کی تھی کہ آیندہ سال کے اوائل تک یہ کتاب کورٹ آف ڈائرکٹرس کی خدمت میں پیش کی جا سکے گی اور کورٹ آف ڈائرکٹرس کے نام کتاب کو معنون کرنے کی بھی اس نے اجازت چاہی تھی۔ کرک پیٹرک کا یہ خط کورٹ آف ڈائرکٹرس نے اپنی سفارش کے ساتھ گورنر جنرل کے پاس بھیج دیا کیونکہ اس سلسلہ میں گورنر جنرل اور اس کی کونسل ہی کو آخری فیصلے کا اختیار تھا۔

اس خط کے سوا سال بعد کا لکھا ہوا کرک پیٹرک کا ایک اور خط ہم کو ملتا ہے۔ جو کلکتے سے "آنرایبل میک فرسن گورنر جنرل بجلاس کونسل" کے نام ہے۔ اس سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ آنرایبل کورٹ آف ڈائرکٹرس نے اس کی کتاب کی سرپرستی قبول فرمانے کا وعدہ کر لیا تھا نیز یہ کہ اس کتاب کا کچھ حصہ انگلستان کے دوران قیام میں اس نے چھپوا بھی لیا تھا۔

کرک پیٹرک کی قواعد اور لغت کا پلان آٹھ نکاتی تھا۔ ان میں سے پہلا اور ساتواں حصہ چھپ کر تیار ہو گئے تھے۔

کتاب کا خاکہ

پہلا حصہ:

یہ حصہ بھی دو حصوں میں منقسم ہوگا۔

پہلا حصہ حروف اور علامات پر "جو ہندوی میں استعمال ہوتی ہیں۔

دوسرا حصہ" ان کی مختلف قدریں"

دوسرا حصہ: قواعد پر مشتمل ہوگا۔

کلمے کے اقسام: دس الگ الگ حصوں میں کلمے کی قسمیں بیان کی جائیں گی۔

(۱) Articles (۲) Nouns (۳) Adjectives (۴) Pronouns (۵) Verb (۶) Participles (۷) Adverbs (۸) Conjunctions (۹) Prepositions (۱۰) Interjection

تیسرا حصہ: اس میں حرف اشتقاقیات اور ترکیب الفاظ ہوں گے۔

چوتھا حصہ: نحو اور ہندوی کے محاورات۔

اس میں بھی تین حصے ہوں گے

(۱) الفاظ کی ترتیب، ترکیب اور حیثیت۔

(۲) الفاظ کی مطابقت عمل اور دائرہ عمل۔

(۳) کچھ خاص محاورائی شکلیں۔ اس کا عنوان ہوگا "متفرق اشارے"

پانچواں حصہ:

اس میں ہندوی افعال، اشتقاقیات اور مرکبات اور ساتھ ہی مادوں کا ایک بسیط مجموعہ ہوگا۔

چھٹا حصہ: خالص ہندوی کی لغت

ساتواں حصہ: ایسے فارسی عربی الفاظ کا مجموعہ جو ہندوی میں قبول کر لیے گئے ہیں۔ اور عموی استعمال میں ہیں۔

آٹھواں حصہ: قواعد کے اصولوں کی وضاحت کے لیے مشقیں عبارتوں کے نمونے وغیرہ ہوں گے یہ بھی مختلف حصوں پر مشتمل ہوگا۔

(۱) مانوس ترکیبوں کا ایک بڑا مجموعہ

(۲) کچھ مکالمات

(۳) ہندوی ضرب الامثال کا ایک بڑا مجموعہ

(۴) کچھ کہانیاں

(۵) کچھ خطوط

(۶) کچھ نظمیں سودا اور دردؔ کی سے

(باقی صفحہ ۵ کالم ۲)

ماتم شاستری

ڈاکٹر ابو محمد سحر

کس کی نوائے ناگہاں سونی ہوئی بزمِ جہاں
یہ کس کے غم میں آج ہے ڈوبا ہوا ہندوستاں
پردیس میں گم ہوگیا اس دیس کا لعلِ گراں
تحریکِ آزادی کا اک مردِ مجاہد، کامراں
نہرو کا لائق جانشیں گاندھی کا نقشِ جاوداں
وہ رہبروں کا راہبر میروں کا میرِ کارواں
ناموسِ بھارت کا امیں خاکِ وطن کا پاسباں
ایامِ رزم و جنگ میں فولاد و آہن بے گماں
ہنگامِ صلح و آشتی مثلِ حریر و پرنیاں
تیغِ شجاعت کا دھنی پیغمبرِ امن و اماں
جس نے جوانوں کو دیئے صد عزم و ہمت کے نشاں
جس سے کسانوں پر کھلا رازِ غرور و عز و شاں
جس کی صدا پر متحد ہو کر اٹھے پیر و جواں
اکھڑے حریفوں کے قدم بھاگے بچا کر اپنی جاں
پروردۂ موجِ بلا بینندۂ برقِ تپاں
نقشِ خلوص و سادگی صبر و قناعت کا نشاں
سب جس کی خدمت سے غنی خود بے زر و بے خانماں
کس کی نوائے ناگہاں سونی ہوئی بزمِ جہاں
یہ کس کے غم میں آج ہے ڈوبا ہوا ہندوستاں
پردیس میں گم ہوگیا اس دیس کا لعلِ گراں

دو بچیاں، دو سہیلیاں

(ہسپتال میں جن کے بستر پاس پاس تھے)

آزاد بہاولپوری

منتوش کی سہیلی مہرالنسا بھی ہے اک ڈور دوستی کی دونوں میں بندھ رہی ہے
بے حد کھلی فضا میں، ماحول اسپتالی دو اجنبی دلوں نے راہِ خوشی نکالی
کھدر کے سوٹ پہنے اور وہ بھی ڈھیلے ڈھالے کمروں میں گھومتی ہیں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے
نکلیں برامدے سے وہ موڑ مڑ رہی ہیں دو تتلیاں ہیں گویا گلشن میں اڑ رہی ہیں
معصومیت تو دیکھو دنیا سے بے خبر ہیں راہِ خلوص و الفت پر دونوں ہم سفر ہیں
باتوں میں سادگی کے ایسے کنول کھلے ہیں حسن میں اگر فرشتے عزت سے جھک چکے ہیں
یہ عمر ہے کہ جس میں روحوں میں تازگی ہے ذہنوں پہ روشنی ہے چہروں پہ سادگی ہے
نفرت سے دور کوسوں رہتی ہے ان کی دنیا بچے تعصبوں سے بچتی ہے ان کی دنیا

اے کاش عمر انساں اس دور میں بھی آئے
جب ان کی عمر آئے تو عمر ٹھہر جائے

صفحہ ۴ سے آگے

کہانیوں نظموں اور خطوط میں سے کچھ کے تراجم بھی شامل ہوں گے۔ آخر میں اشاریہ ہوگا۔

اسی خاکے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذہن میں ایک بہت ہی بسیط اور جامع انگریزی ہندوستانی لغت کا خاکہ بھی تھا جس میں ہر انگریزی لفظ کے آگے مترادف الفاظ ہندوستانی فارسی اور عربی کے فراہم کیے جاتے۔

اس آٹھ نکاتی خاکے میں سے وہ صرف پہلا اور ساتواں دو حصے ہی تکمیل تک پہونچا سکا۔

پہلا حصہ:

جزو اوّل۔ ہندوستانی کی حروف تہجی اور علامات

"ہندوستانی زبان کی تہذیبی بولی کی دیہہ محاورہ زبان اردو کہلاتی ہے جس کا لغوی مفہوم لشکری بولی ہوتا ہے لیکن بول چال کا مفہوم شہری یا درباری بولی سمجھا جاتا ہے اس کے علاوہ اس کو زبان روزمرہ بھی کہتے ہیں اس کی تعمیر میں ہندی فارسی اور عربی برابر کی شریک ہیں۔ اس لیے ان میں سے ہر بولی کے حروف تہجی کی وضاحت الگ الگ کرنا لازمی ہے۔ ہر بولی کچھ اپنے مخصوص حروف اور آوازیں رکھتی ہے جن کا اظہار دوسری زبان کے حروف اور آوازوں سے نہیں کیا جا سکتا۔

عربی فارسی حروف تہجی کی تختی میں "ذ" کی دو الگ آوازیں دیتا ہے جن میں سے ایک عربی آواز اور دوسری فارسی آواز ہے جو فرانسیسی "ل" کی آواز سے مشابہت رکھتی ہے۔

کیونکہ عربی فارسی کی بارہ آوازیں ناگری حروف میں ظاہر نہیں کی جا سکتیں اس لیے اردو کسی بھی صورت سے ناگری میں نہیں لکھی جا سکتی۔

ناگری حروف تہجی کی وضاحت کے سلسلے میں گلکرسٹ بعض ایسی شکلیں دیتا ہے، جو موجودہ دور میں مروج نہیں ہیں۔

دوسرے جزو میں ان حروف کی قدر [illegible] کی صراحت ہے۔ یہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۷۹۹ء میں شائع ہوا ہے۔

خاکے کا ساتواں جزو بھی جو ہندوستانی میں مستعمل فارسی عربی الفاظ کی لغت پر مشتمل تھا، مکمل ہو گیا تھا۔ اس کی اشاعت ۱۷۸۵ء میں ہوئی تھی۔

مذکورہ بالا پہلا حصہ ساتواں حصہ اور قواعد و لغت کا خلاصہ تینوں کو ایک جلد ۱۷۹۹ء میں شائع کر دیا گیا۔

طیب انصاری

اردو تحریک

آندھرا پردیش میں جیسے ہی تلگو زبان کو سرکاری زبان قرار دینے کے لیے مسودہ بل کی تیاری کا آغاز ہوا ریاست کی انجمن ترقی اردو ہند اور انجمن تحفظ اردو، کی جانب سے اردو کو بھی ریاست کی دوسری سرکاری زبان قرار دینے کے لیے مہم کا آغاز کر دیا گیا۔ ویسے بھی خود ریاستی حکومت لسانی مسئلہ میں فراخدلی اور وسیع النظری کے لیے ہندوستان بھر میں مشہور ہے، باوجود اس کے کانگریس اور کانگریس تنظیم کے باہر ایسے افراد ضرور موجود ہیں جنھوں نے بل کی منظوری تک اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ اردو زبان کو اس کا جائز مقام نہ ملے۔ کچھ تو ریاست کی ان دو بڑی تنظیموں کے اشتراک عمل اور موثر نمائندگی کی وجہ سے دوسرے خود جناب برہمانند ریڈی وزیر اعلیٰ کی جرأت مندانہ حکمت عملی کی وجہ سے لسانی بل میں اردو کا نام بھی شامل کر لیا گیا اور سابقہ کاغذی وعدوں کو قانونی حیثیت دی گئی۔ بل اسمبلی میں پیش ہوا اور منظور کر لیا گیا اردو زبان کا واقعتاً موقف و مقام کیا ہے؟ ابھی یہ بات کھل کر سامنے نہیں آئی ہے البتہ اردو پریس کی طرف سے اردو زبان کے بل میں تذکرے کی بنا پر حکومت اور برہمانند ریڈی کے رویہ کی ستائش اور تعریف کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ہاں! یہ ضرور میں کہہ سکتا ہوں کہ اردو زبان کو ریاست کی زبانوں میں ثانوی درجہ نہیں مل سکا اور جو بھی موجودہ موقف ہے وہ دفعہ (۲) کے مطابق ایک معینہ مدت کے لیے ہے (مدت کا تعین ابھی نہیں ہوا ہے) بہرحال آندھرا پردیش کی حکمراں جماعت نے اپنے سابقہ وعدوں اور اردو والوں کی مسلسل کوششوں کا لحاظ کرتے ہوئے اردو زبان اور دیگر اقلیتی زبانوں کو معینہ مدت تک کے لیے قابل قبول قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین صاحب (صدر شعبۂ اردو جامعہ عثمانیہ) نے آندھرا پردیش میں سرکاری بل سے پہلے، اردو کے موقف و مقام سے بحث کی ہے۔ ان کا یہ گرانقدر مضمون روزنامہ سیاست حیدرآباد ۲۵ راگست ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ اس میں انھوں نے ملک بھر میں اردو زبان کی عددی موقف کو بتلایا ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے حوالے سے انھوں نے بتایا ہے کہ اتر پردیش میں ۷۸۹۲۷۱۰

بہار	۴۱۴۹۲۴۵
مہاراشٹر	۲۷۲۵۹۸۹
آندھرا پردیش	۲۵۵۴۴۵۳
میسور	۲۰۳۴۴۸۱۰

اس طرح ہندوستان بھر میں اردو مادری زبان لکھانے والوں کی مجموعی تعداد دو کروڑ تینتیس لاکھ تیس ہزار سینتالیس ہے۔ اور موجودہ صوبوں کے مطابق تناسب شمال میں ۸۰ فیصد اور جنوب میں ۸ فیصد ہوتا ہے۔ یہ مناسب ڈاکٹر صاحب کے خیال کے مطابق اردو کی آئندہ ترویج و اشاعت اور محافظتی تدابیر کے لیے ان اعداد کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

محترم مسعود صاحب نے اردو زبان کے موقف کا جائزہ لیتے ہوئے اس بات پر اظہار افسوس کیا ہے کہ "یہ اردو کی بدقسمتی ہے کہ اس کے بولنے والے چار کروڑ ہندوستان میں منتشر ہیں حکومت کشمیر کے علاوہ کسی دوسری سرکار نے اب تک اسے سرکاری سطح پر تسلیم نہیں کیا ہے" مسودہ بل کی تیاری کے زمانے میں جب مدھیہ پردیش کی اردو تنظیموں کی طرف سے مشترکہ نمائندگی کی گئی اور وزیر قانون جناب نرسمہا راؤ سے بات چیت ہوئی اس موقع پر بھی قابل وزیر نے یہ کہا تھا کہ اردو زبان کا کوئی علاقہ نہیں ہے اس وجہ سے اس کو علاقائی زبان کے تسلیم کرنے میں قانونی اور دستوری پیچیدگیاں مانع ہیں۔ بلاشبہ اردو زبان کی اس نازک صورت حال پر جس قدر بھی افسوس کر سکتے ہیں کیجیے لیکن یہ بات بھی یاد رکھیے کہ اردو کے اس "ہرجائی" پن نے اس کے لیے کل ہند زبان بنائے رکھا ہے۔ اردو کا بلاشبہ کوئی علاقہ نہیں ہے لیکن خوشی اس بات کی ہے کہ وہ ہندوستان کے تقریباً ہر چھوٹے بڑے علاقہ میں موجود ہے۔ کل ہند بنیادوں پر یہ واحد زبان ہے جو آج بھی رابطہ کا کام انجام دیتی ہے۔ ماضی میں اسی زبان کی ہرجائیت نے قومی تحریک کو توانائی و قوت بخشی ہے۔ بنگالی، کشمیری، پنجابی، آسامی، کنڑی، گجراتی، تلگو، تامل، ملایم اور مرہٹی ادب میں یقیناً آپ کو تحریک آزادی کی گونج نظر آئے گی۔ ہندی زبان نے بھی آزادی کی تحریک کو پھیلانے میں مدد دی ہے۔ لیکن حقیقت حال تو یہ ہے کہ ان زبانوں کی دوڑ کتنی رہی ہے؟ آج کی سرکاری زبان ہندی کیا واقعی کل ہند بنیادوں پر عوام کو متحد کرنے میں کامیاب رہی ہے!؟ یہ بڑی تلخ حقیقت ہے کہ ان زبانوں کا دائرہ عمل محدود اور ان کا جامہ ہمیشہ تنگ رہا ہے۔ آزادی کے بعد بھی مرکزیت کے استحکام کے لیے (جو کہا جاتا ہے آج کل کمزور اور ڈھیلا پڑتا جا رہا ہے) اردو زبان کے "ہرجائی پن" سے فائدہ اٹھایا جاتا۔ اردو زبان کو سرکاری موقف دیا جاتا لیکن اس کے لیے وسیع النظری کی ضرورت نہیں دانشمندی اور تدبر کی بھی ضرورت تھی۔ اسی دانشمندی اور تدبر کے فقدان اور کمی کی وجہ سے آج بھی قومی زبان، صحیح معنوں میں کل ہند بنیادوں پر قابل قبول نہیں ہے بلکہ آج بھی جنوب میں اپنا مقام نہیں پیدا کر سکی اور نہ آئندہ ایسی کوئی توقع ہے۔ اس واقعہ کے اظہار سے مرا مقصد قطعی یہ نہیں ہے اور نہ ہی میں یہ مطالبہ کروں گا کہ دستور ہند میں زبان کے تعلق سے بنیادی تبدیلی لائی جائے بلکہ کہنے کا مدعا صرف اسی قدر ہے کہ اردو کے حق میں جو ناانصافیاں ہوتی رہی ہیں اس سے قوم و ملک کو زبردست دھکا پہنچا ہے اور لسانی بھوت اسی طرح پیر پھیلائے رہے گا تو شاید اس سے بھی زیادہ بری اور مہیب صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا اس لیے ضروری ہے کہ آج لسانی پالیسی کا مرکزی اور ریاستی

بنیاد پر دوبارہ جائزہ لیا جائے اور کم از کم آندھرا پردیش کی لسانی پالیسی کے پیش نظر اردو زبان کو ریاستی بنیاد پر اس کا حق دیا جائے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اردو زبان کے "ہرجائی" ہونے کے سلسلے میں بعض انتظامی دقتیں پیدا کر دیتی ہے، اس کا احساس ہوتا ہے لیکن آج جب خود مرکز اور ریاست کے درمیان کوئی ایک زبان رابطہ نہ بن سکی ہو اور بیک وقت ہندی، ریاستی زبانیں اور انگریزی اب بھی موجود ہے ایسی صورت میں اردو زبان سے پیدا شدہ دقتیں کوئی زیادہ گراں نہیں گزرنی چاہئیں۔ اور اگر عوام کو اردو زبان کے رائج ہونے اور سرکاری حیثیت کے مل جانے سے سہولتیں مل سکتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی عوامی حکومت اردو زبان کو سرکاری موقف دینے میں پس و پیش کرے گی۔ یہاں اردو زبان کا "ہرجائی" ہونا اس کی خوبی بن جاتا ہے کہ وہ کسی ایک ریاست کی سرکاری زبان (اول) تو نہ بن سکی لیکن ہندوستان کی ساری ریاستوں میں وہ ثانوی سرکاری موقف کی حامل قرار پاتی ہے۔ جس طرح آندھرا پردیش میں اردو بولنے والے عوام کی تعداد کے مطابق چوتھا مقام رکھتی ہے اور اس کے باوجود اردو کسی قانونی حیثیت کو تسلیم کرتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دیگر تین بڑی ریاستوں اور بہار میں ایک ریاست (میسور) میں بھی اس کو سرکاری حیثیت نہ ملے۔

اردو زبان کے اس عددی موقف سے ہٹ کر بھی دستور ہند کی روشنی میں ہر اقلیتی زبان کے تحفظ اور اس کی ترقی کی ضمانت دی گئی ہے دستور ہند کے باب (۱۸) میں لسانی مسائل سے بحث کی گئی ہے اور آرٹیکل نمبر (۳۴۵) اور (۳۴۷) کی رو سے ریاستی حکومت کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ عوام کے کسی طبقہ کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ ان کی زبانوں کو سرکاری اور قانونی حیثیت ملے تو ایسی صورت میں ایک اور ایک سے زائد زبانوں کو ریاستی یا ثانوی کا درجہ دیا جا سکتا ہے یا پھر عوام کی جانب سے صدر ہند کے پاس اگر یادداشت روانہ کی جائے تو صدر ہند کو صورت حال سے اطمینان ہونے کے بعد وہ حکمنامہ کے ذریعہ کسی بھی زبان کے تعلق سے حکم دے سکتے ہیں کہ اسے سرکاری زبان منظور کر لیا جائے۔ جمہوریت کے اس دور میں ہر طبقہ کو یہ حق ہے عددی اعتبار سے کتنا ہی کم کیوں نہ ہو وہ اپنی زبان اور تہذیب کو باقی رکھنے کا حق رکھتا ہے اور اس حق سے اسے کوئی بھی حکومت محروم نہیں کر سکتی۔ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کا فرض تھا (سوائے کشمیر اور اب آندھرا پردیش کے) کہ وہ اردو زبان کے جائز مقام کو تسلیم کرتے ہوئے اسے سرکاری اور قانونی حیثیت دی جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس میں خود اردو بولنے والی کروڑہا عوام کی کوتاہی کا بھی دخل ہے۔ شمال میں جب کہ ۶۰ فیصد اردو بولنے والوں کا طبقہ رہتا بستا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہاں کی ریاستوں میں اردو زبان کو اس کا اپنا مقام دلایا جاتا۔ اس کے لیے ہر ریاست میں انفرادی طور پر جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ دستور ہند کی روشنی میں ہم اپنے مطالبات کو پیش کریں اور اس پیش کشی میں آندھرا پردیش کی اردو انجمنوں کی مثالی نمائندگی اور ان کے اشتراک عمل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے کہیں زیادہ موثر انداز میں اپنی اپنی ریاستوں میں نمائندگی کریں۔ ایک ریاست میں ایک سے زائد مکتب خیال کے لوگ ہو سکتے ہیں اور کئی دعویدار انجمنیں اور جماعتیں ہو سکتی ہیں لیکن ان سبھوں کا بنیادی مقصد بہرحال اردو زبان کی بقا، تحفظ اور ترقی ہے اس وجہ سے ضرورت ہے کہ ہم اس مشترک مقصد کی عمل آوری کے لیے متحدہ اور موثر نمائندگی کریں اور ریاستی حکومتوں کو مجبور کریں کہ ریاست کی پہلی، سرکاری زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو بھی ثانوی سرکاری اور قانونی موقف و مقام دیا جائے۔

اس سلسلے میں میں انجمن ترقی اردو ہند مرکزی و ریاستی انجمنوں سے اپیل کروں گا کہ وہ ہندوستان بھر میں اپنی اپنی ریاستوں میں اردو زبان کے تعلق سے موثر متحدہ اور پر امن مہم کا آغاز کر دیں۔ پورے ہندوستان میں سوائے انجمن ترقی اردو ہند کے ایسی کوئی دوسری انجمن نہیں ہے جس کا عمل دخل ملک کی ساری ریاستوں میں موجود ہو ایسی صورت میں انجمن ترقی اردو ہند سابق کی طرح اس معاملہ میں پہل کر سکتی ہے، اور اس کو کرنا بھی چاہیے۔ ضرورت پڑنے پر اس معاملہ کی حد تک ریاست کی دیگر اردو انجمنوں سے تعاون عمل میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے۔ ریاست آندھرا پردیش میں محمد حبیب الرحمن (معتمد انجمن) کی مساعی اور پر خلوص قیادت کے نتیجہ میں اشتراک عمل ممکن ہو سکا اور تب کہیں جا کر کام بھی بنا۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ آج اردو داں طبقہ کو اردو زبان کے استحکام اور بقا کے لیے متحدہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس معاملہ میں کسی ایک سیاسی جماعت کا حدف سیاست بن جانے کے بجائے اکثریتی اور اقلیتی جماعتوں کی ہمدردیوں کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اور اکثریتی و اقلیتی جماعتوں کے لیڈروں کے تعاون عمل کے بغیر اردو زبان کو اس کا صحیح مقام بھی نہیں مل سکتا۔ اردو زبان ہندوستان کے عوام کی زبان ہے اس لیے اس کو فرقہ وارانہ یا سیاسی رنگ دینا مناسب نہیں۔ اس معاملہ میں اردو زبان کی خدمت انجام دینے والی انجمنوں اور افراد کو غیر معمولی مصلحت، دانشمندی اور اخلاص سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے توقع ہے کہ ملک بھر کی ریاستوں میں جب "اردو تحریک" کا آغاز ہوگا وہ پر امن طور پر کامیابی کے مراحل طے کرے گی۔ اور اردو زبان کو ملک کی ہر ریاست میں ثانوی سرکاری و قانونی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ یہ اردو زبان کا حق ہے اور اس حق کو منوانے کے لیے ہر ریاست میں مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔

اردو زبان پائندہ باد!

ہندوستان زندہ باد!!

"ہماری زبان" سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مراسلات

اردو میں اعداد کس طرح لکھے جائیں

میں نے یہ عرض کیا تھا اور وہی اب دہرا رہا ہوں کہ اور امور کی طرح عددوں وغیرہ کے لکھنے میں قطعیت اور یکسانیت ہونی چاہیے اور اس کا فیصلہ انجمن ہی کر سکتی ہے۔ میں ذاتی طور پر یہ طریق پسند کروں گا کہ ۵½، ۶½ وغیرہ ہی لکھا جائے اسی طرح ¼، ½، ¾ وغیرہ عدد کی سیدھی جانب لکھنا چاہیے کیونکہ اردو میں اگرچہ عبارت دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہے مگر عدد بائیں سے دائیں لکھے جاتے ہیں لہٰذا سوا پانچ، ساڑھے چھ عددوں میں ۵¼، ۶½ لکھنا مناسب ہوگا۔ اگر آپ اس بات کو کسی کمیٹی میں پیش کر کے فیصلہ کروائیں اور اس فیصلے کو "ہماری زبان" میں شایع کر دیں تو بہتر ہوگا۔

(ڈاکٹر جعفر حسن)

کچھ ایک ترکیب کے سلسلے میں

"ہماری زبان" میں حافظ عبد الرحیم خاں صاحب ٹونکی کے مجموعہ کلام "سیلاب تخیل" کا اشتہار دیکھ کر "ہماری زبان" کی معرفت ایک دیرینہ شبہ دور کرانے کا خواہش مند ہوں۔ امید ہے یہ سطور شایع کر کے ممنون فرمائیں گے۔

میرے خیال میں سیلاب (سیل آب) ایک مکمل، بامعنی اور درست ترکیب ہے۔ لیکن سیلاب خوں، سیلاب نور، سیلاب تخیل وغیرہ تراکیب درست نہیں۔ گو بعض اساتذہ کے ہاں ایسی تراکیب کا استعمال پایا بھی جاتا ہے مثلاً مرزا غالبؔ کا

کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

میرے نزدیک ان ترکیبوں میں "سیلاب" کی جگہ صرف "سیل" کا لفظ کافی ہے۔ یعنی سیل بلا، سیل نور، سیل تخیل وغیرہ کیا بزرگان محترم روشنی ڈال کر رہنمائی کریں گے۔

(مسرور تنویر)

قرآن مجید کے تراجم کی تفصیلات درکار ہیں

جناب شاہد احمد دہلوی نے اپنے مضمون "آغا شاعر قزلباش" (اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۳ مارچ ۶۶ء صفحہ ۴۳) میں لکھا ہے کہ "آغا صاحب سے پہلے اور آغا صاحب کے بعد بھی چند اور قادر الکلام شعرا نے کلام مجید کے منظوم ترجمے کیے ہیں لیکن آغا صاحب کا منظوم ترجمہ سب پر فوقیت رکھتا ہے۔"

کلام مجید کے منظوم تراجم کی ایک تفصیلی فہرست زیر ترتیب ہے۔ قارئین سے التجا ہے کہ وہ صحیح اور تفصیلی مواد فراہم کرنے میں مدد فرمائیں۔ قلمی، غیر مطبوعہ، مطبوعہ جہاں جہاں ہوں ان کے نام و نشان کی بھی ضرورت ہے یہ مواد بذریعہ "ہماری زبان" یا راقم کے نام روانہ فرمایا جائے۔

سجاد مرزا

(بنجارہ ہل، روڈ نمبر ۵ حیدرآباد ۳۴)

فردوسی مرحوم کے ایک شعر کا حل اور تصحیح

کف شاہ محمود عالی تبار
نُہ اندر نُہ آمد سہ اندر چہار

"ہماری زبان" مورخہ یکم مئی ۱۹۶۶ء کے صفحہ ۸ پر جناب اکبر حکیم چند نیر صاحب نے فردوسی مرحوم کے مندرجہ بالا شعر کا حل طلب فرمایا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ مرحوم نے اپنے مافی الضمیر کو اس شعر میں صنعت عقود کے ذریعہ بیان کیا ہے۔

اور اس کا مصرع ثانی یوں ہے:

"نُہ اندر نُہ آمد سہ اندر چہار"

مطلب اعدادی نو کو نو میں ضرب دینے سے حاصل ضرب اکاسی آئے اور تین کو چار میں ضرب دینے سے حاصل ضرب بارہ آئے جن کا مجموعہ ۹۳ ہوا۔

مطلب عقودی۔ ۹۳ کو ابہام کی جڑ میں لگا نا نوشے کے عدد پر دلالت کرتا ہے۔ خنصر کو ہتھیلی پر رکھنا ایک پر بنصر کو ہتھیلی پر رکھنا دو پر اور وسطیٰ کو ہتھیلی پر رکھنا تین پر دلالت کرتا ہے۔

جب اس تین کے عقد کو نوّے کے عقد کے ساتھ جمع کریں تو مٹھی بند ہو جائے گی۔ اور اس سے بخل کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی فردوسی نے اس شعر میں سلطان محمود غازی کو بخیل کہا ہے۔

(ظہور الدین احمد باسنی ناگور در اجستھان)

مڈل اسکول کے امتحانات اور نصاب میں اردو کو لازمی قرار دیا جائے

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری کی اپیل

پٹنہ ۶ رمئی۔ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری جناب جناب، صدیقی نے مڈل امتحانات سے پیدا شدہ مسائل سے دوچار لسانی اقلیتی طلبہ کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کے لیے وزیر تعلیم بہار اور ڈی۔ پی۔ آئی۔ بہار کو توجہ دلاتے ہوئے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت حوالہ کیا ہے۔

گذشتہ ماہ مجلس قانون ساز میں ۱۹۶۵ء کے مڈل اسکول امتحانات میں لسانی اقلیتی طلبہ کو غیر لسانی پرچوں کے سوالات صرف ہندی میں دئے جانے کی وجہ سے پریشانیوں کے شکار طلبہ کے ساتھ انصاف کے حصول کے سلسلہ میں ایک ممبر کے سوال کے جواب میں وزیر تعلیم نے جو افسوسناک بیان دیا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب جب کہ بورڈ کی جانب سے مختلف مضامین کے سوالات کی ترتیب (سیٹنگ) کے لیے ہدایتیں بھیجی جارہی ہیں مگر ابھی تک لسانی اقلیتی طلبہ کے لیے بورڈ نے ان کی مادری زبانوں میں سوالات دئے جانے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے حالانکہ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے ایک وفد کو وزیر اعلیٰ بہار کے سامنے یقین دلایا گیا تھا کہ آئندہ لسانی اقلیتی طلبہ کو ان کی مادری زبان میں سوالات کے پرچے دئے جائیں گے۔ اسی طرح یہ بھی یقین دلایا گیا تھا کہ ہندی میں سوالات دئے جانے کی وجہ سے غیر ہندی طلبہ کو کسی طرح کسی قسم کا نقصان اٹھانے نہ دیا جائے گا ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا تھا کہ اردو طلبہ کے لیے میرٹ اسکالرشپ کا امتحان کا الگ سے انتظام کیا جائے گا لیکن وزیر اعلیٰ بہار کے سامنے کیے گئے وعدے زبردستی ہندی پڑھانے والے لسانی سامراج کے علمبرداروں کے سامنے بے معنی ثابت ہوئے اور ان کا شمہ برابر بھی لحاظ خیال نہ کیا گیا۔

گذشتہ مڈل امتحانات کے نتائج نے یہ ثابت کردیا ہے کہ پچاس فیصد سے لے کر ساٹھ کے درمیان اردو طلبہ ناانصافیوں کے شکار ہوئے اور عام طلبہ کے ساتھ جن اردو طلبہ نے رعایتیں حاصل کیں وہ بھی بے فائدہ اور بے سود ثابت ہو چکی ہے۔ اسی طرح میرٹ اسکالرشپ ان طلبہ کو دیا جارہا ہے جو ۷۰ فیصد یا اس سے زیادہ نمبر لائے ہیں اس معیار پر گذشتہ امتحانات کی دھاندلی کی وجہ سے چند اردو طلبہ بھی پورے نہ اتریں گے لیکن محکمہ تعلیم نے اردو طلبہ کی مشکلات پر غور نہیں کیا اور نہ ان وعدوں کو پورا کیا جو وزیر اعلیٰ بہار کے سامنے کیے گئے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ سیکڑوں مستحق طلبہ میرٹ اسکالرشپ سے محروم ہو رہے ہیں۔

محکمہ تعلیم اردو طلبہ کے ساتھ انصاف کرنا چاہتا تو اس کے لیے لازم تھا کہ مشروط طور پر کامیاب طلبہ یعنی جنہیں ایک یا دو مضمون میں پھر سے امتحان دینا ہے اس امتحان کی پابندی سے اردو اقلیتی طلبہ کو بری کر دیا جاتا تا کہ کچھ ان کی اشک شوئی ہو جاتی بہتر تو یہ تھا کہ کمپارٹمنٹل قسم کے امتحان سے تمام طلبہ کو بری کیا جاتا۔ کیونکہ اس سال امتحان مناسب طریقے سے نہیں لیا گیا ہے لیکن ارباب اقتدار کے ذہن میں اتنی وسعت کہاں باقی ہے کہ وہ لسانی اقلیت کے ساتھ کسی انصاف یا رعایت کی باتیں سوچیں۔

آخر میں محکمہ تعلیم کے ذمہ داران سے میری اپیل ہے کہ دفتروں میں اردو کو ختم کرنے کی جو مذموم کوشش ہو رہی ہے اسے وہ ختم کریں اور ابتدائی تعلیم لازمی طور پر ان کی مادری زبان میں دئے جانے کا بندوبست کریں اور دفتروں اور تعلیم گاہوں میں ایسا ماحول پیدا کریں کہ اردو کے ساتھ انصاف ہو سکے اور اسے زندہ رہنے اور فروغ و ترقی کا بھی موقع ملے۔ (روشنی پٹنہ)

گورکھپور کے ۴۳ میں سے ۱۱ تعلیمی اداروں میں اردو بحال

ضلع پریشد کے لیے ۳۰ اردو ٹیچر منظور

گورکھپور ۸ رمئی۔ گورکھپور میں اردو تحریک کے سرگرم کارکن مولوی عبدالحنان مظاہری نے گورکھپور کے اسکولوں میں اردو کی ترویج کی رفتار پر روشنی ڈالتے ہوئے نمائندہ قومی آواز کو بتایا کہ ۱۹۴۸ء سے اسلامیہ اسکولوں کے علاوہ بقیہ تمام اسکولوں سے باستثنا ارشن اسکول اردو کا اخراج کر دیا گیا تھا طلبہ کے سرپرستوں کے مطالبہ کی شنوائی نہ ہوتی تھی۔

۱۹۶۳ء میں اس جدوجہد کو مہم کی صورت دے دی گئی اور صرف چودہ اداروں میں اردو رائج کرانے کی کوشش کی گئی۔ پہلی کامیابی غالباً ۲۰ جنوری ۶۴ء کو ہوئی اور صرف ایک اسکول گورنمنٹ ماڈل اسکول گورکھپور میں اردو رائج ہوئی۔ جولائی ۶۴ء میں اس مہم کو تیز تر کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں میونسپل بورڈ کے پانچ پرائمری اور دو جونیر اسکولوں، گورنمنٹ جبلی انٹر کالج، کوآپریٹو انٹر کالج پیپرائچ اور ضلع پریشد بھیٹی جونیر ہائی اسکول میں اردو رائج ہوئی۔ اس طرح ۱۹۶۳ء میں چودہ اداروں میں اردو رائج کرانے کی کوشش کی گئی تھی ان میں گیارہ میں کامیابی ہوئی۔

مولوی عبدالحنان نے بتایا کہ جن اسکولوں اور کالجوں کے پرنسپل اور ہیڈ ماسٹروں نے اردو تعلیم کے نفاذ کی مزاحمت کی۔ ان میں این ای ریلوے اسکول پرائمری سیکشن، بجے پور انٹر کالج آنند نگر اور نوتنواں انٹر کالج نوتنواں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

این۔ ای۔ ریلوے اسکول میں اردو کے خواہشمند طلبہ کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے بجے پور یا میں ۱۹۶۳ء میں درجہ ششم کے بیس طلبہ کے سرپرستوں نے اور ۶۴ء میں درجہ مذکور میں پہلے دس بعدہ چودہ طلبہ اردو کے خواہشمند تھے لیکن ریٹائرڈ ہو جانے والے [illegible] پرنسپل جناب ٹھے نے طے کر لیا تھا کہ وہ کسی قیمت پر اردو رائج نہ ہونے دیں گے۔ چنانچہ وہاں اب تک اردو کا انتظام نہ ہو سکا حالانکہ اس

کالج میں ایک اردو ٹیچر مولوی عبدالوحید ۱۹۴۸ء کے پہلے سے کام کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ نئے پرنسپل صاحب جولائی ۶۶ء سے اردو کی تعلیم کا انتظام کر کے فراخ حوصلگی کا ثبوت دیں گے۔

نوتنواں انٹر کالج نوتنواں کے درجہ ششم میں ۶۴ء میں پندرہ طلبہ کے سرپرستوں نے درخواستیں دیں اور جائنٹ ڈپٹی وفد کی صورت میں ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب سے ملاقات کی لیکن اس کالج کے پرنسپل کسی قیمت پر اردو کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ گورنمنٹ سے اردو کی تعلیم کے لیے جو امداد ملی تھی کہا جاتا ہے کہ چند ماہ رکھنے کے بعد انھوں نے اسے واپس کر دیا۔ پرنسپل صاحب کا بہانہ یہ ہے کہ ان کے پاس اردو پڑھانے کے لیے کوئی کمرہ نہیں ہے۔ جب موصوف سے کہا گیا کہ برآمدہ میں یا کسی گوشہ میں بیٹھ کر لڑکے پڑھ لیں گے تو انھوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

ڈپٹی ڈائرکٹروں نے اردو پڑھانے کا حکم بھیج دیا لیکن پرنسپل مذکور نے حکم کو ٹھکرا دیا۔

ظاہری صاحب نے کہا ہے کہ کیا کوئی ایم۔ ایل۔ اے یا ایم۔ ایل۔ سی اس کے متعلق اسمبلی میں سوال کرنے کی تکلیف گوارہ کریں گے۔

انھوں نے کہا کہ ۶۵ء میں پرائمری اور جونیر ہائی اسکول شاہ جونیر پرائمری اسکول، گورنمنٹ ماڈل اسکول گورکھپور میں اردو رائج کرنے میں بہ دقت تمام کامیابی ہوئی البتہ یہ کام قابل مسرت ہے کہ ضلع پریشد گورکھپور کے جونیر ہائی اسکولوں میں تیس اردو ٹیچروں کے تقرر کا مطالبہ میں نے چیرمین ضلع پریشد سے زبانی اور تحریری کیا تھا۔ موصوف نے میرے خط کی روشنی میں اردو ٹیچروں کے تقرر کی منظوری کے لیے ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب کو خط لکھ دیا ہے۔ میں نے ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب سے اس کی تصدیق بھی کر لی ہے۔ محبان اردو ڈپٹی صاحب کے فیصلے کے منتظر ہیں۔

مولوی عبدالمنان نے مزید بتایا کہ گورکھپور میں لوکل باڈیز کے جونیر ہائی اسکول میں درجہ آٹھ کے اردو کا پرچہ اسالی کار بن لگا کر ہاتھ سے لکھ کر طلبہ کو دیا گیا ہے۔ پرچہ نیا کورس کی کتاب جیسے اردو ریڈر حصہ سے نہیں بنایا گیا ہے۔ پرچہ آسان اردو والے طلبہ کے معیار سے زیادہ اونچا ہے۔ ہر ضلع کے بہی خواہان اردو کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے یہاں کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولس سے احتجاج کر کے طلبہ کے ساتھ رعایت کرنے اور آئندہ احتیاط کرنے کا مطالبہ کریں۔ (قومی آواز)

انتخاب انجمن ترقی اردو کوٹہ (راجستھان)

انجمن ہذا کا سہ سالہ انتخاب ۳۰ اپریل ۱۹۶۶ء کو شب کے ۹ بجے زیر صدارت جناب محمد حسین صاحب ایڈوکیٹ مدرسہ اسلامیہ گھنٹہ گھر میں عمل میں آیا۔ راقم الحروف نے گذشتہ تین سال کی رپورٹ کارگزاری پیش کی۔ اس کے بعد صدر کا انتخاب ہوا کثرت آرا سے منشی بشیر پرشاد ایڈوکیٹ کو انجمن کا صدر منتخب کیا گیا۔ اور راقم الحروف کے کندھوں پر پھر انجمن کے سکریٹری کا بار ڈال دیا گیا جناب عبدالسلام صاحب ایڈوکیٹ اور جناب عبدالمجید صاحب اختر ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی دھنیک، جائنٹ سکریٹری منتخب کیے گئے۔ خزانچی جناب ڈاڈم صاحب کثرت آرا سے چن لیے گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ کارکنان کے دلی تعاون کی وجہ سے کوٹہ شہر اور قرب و جوار کے کئی مدارس میں ابتدائی جماعتوں میں اردو جاری ہو گئی ہے۔ مہاتما گاندھی گورنمنٹ ملٹی پرپز ہائی سکنڈری اسکول رامپورہ میں سہ لسانی فارمولے میں انجمن کی کوششوں سے اردو پڑھائی جاری ہے۔ لیکن محکمہ تعلیم اردو مدرسین کے تقرر کے سلسلہ میں تساہل برت رہا ہے متعدد بار محکمہ تعلیم کو اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی جماعت گیارہویں کے لیے راجستھان گورنمنٹ نے اب تک اردو سینیر ٹیچر کا تقرر کرنے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا جبکہ ہر مضمون کے سینیر ٹیچر مقرر کیے جا چکے ہیں ہم جناب احترام الدین صاحب شاغل جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان اور ڈائرکٹر آف ایجوکیشن بیکانیر کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ آئندہ آنے والے سیشن میں جن ہائر سکنڈری اسکولز میں اردو جماعت گیارہویں تک پڑھائی جا رہی ہے اردو ایم۔ اے ٹیچرس (سینیر ٹیچرس) کا انتظام کیا جائے تاکہ اردو طلبہ صحیح معیار کے مطابق تعلیم حاصل کر سکیں۔

عبدالرحیم
(سکریٹری انجمن ترقی اردو کوٹہ)

اردو زبان کو ہندوستان میں خاص اہمیت حاصل ہے، وزیر اطلاعات کی نشری تقریر

آل انڈیا ریڈیو سے ۹ گھنٹے خاص اردو پروگرام

نئی دہلی ۱۵ مئی۔ آج سے آل انڈیا ریڈیو سے ۹ گھنٹے روزانہ کا ایک خاص اردو پروگرام نشر کیا جائے گا۔ اس پروگرام میں ادب اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ اس پروگرام کے افتتاح پر مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات جناب ودیا چرن شکلا نے مندرجہ ذیل تقریر نشر کی۔

اس برصغیر کے اردو داں سامعین کو مخاطب کر کے آج مجھے انتہائی مسرت ہو رہی ہے۔ اردو زبان کو اس برصغیر میں خاص اہمیت حاصل ہے صرف شاعری کو لیجئے گزشتہ دور میں امیر خسرو، غالب، ذوق، مومن، داغ، اقبال، اور جگر جیسی ہستیوں نے اس سرزمین کو رونق بخشی تو زمانہ حال میں آنند نرائن ملا، جوش ملیح آبادی، جمیل مظہری فراق گورکھپوری، فیض احمد فیض، علی سردار جعفری، معین احسن جذبی جیسے ممتاز و باکمال شعراء اس برصغیر کی زینت ہیں۔

شاعری کے علاوہ ادب کے دوسرے شعبوں میں بھی کافی ترقی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔

ہمارے آئینی دستور میں اردو کو ایک خاص درجہ دیا گیا ہے آل انڈیا ریڈیو کے مختلف اسٹیشنوں سے بھی اردو کے پروگرام باقاعدہ براڈکاسٹ ہوتے ہیں۔

اس لئے مجھے بے حد خوشی ہے کہ آل انڈیا ریڈیو سے ۹ گھنٹے روزانہ کا ایک خاص اردو پروگرام آج سے نشر کیا جائے گا۔

(دعوت دہلی)

آندھرا پردیش نے اردو کے معاملہ میں پہل کی ہے

مجھے یقین ہے دوسری ریاستیں بھی اس مثال پر چلیں گی

مرکزی وزیر برقاب جناب فخرالدین علی احمد کی تقریر

آندھرا ۱۵ مئی۔ آندھرا کے وزیر اعلیٰ جناب برہمانند ریڈی نے گزشتہ شب یہاں یہ اعلان کیا کہ آندھرا پردیش کی حکومت نے ریاست میں اردو زبان کو مناسب قانونی جگہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ یہاں اس کے قریب ادبی سماجی اور دوسرے اداروں کے ایک اجتماع سے جس کی صدارت مرکزی وزیر برقاب جناب فخرالدین علی احمد کر رہے تھے۔ وزیر اعلیٰ آندھرا پردیش نے کہا کہ آندھرا میں تمام اقلیتی زبانوں کا تحفظ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ان سب زبانوں کو قومی یکجہتی اور سماجی ترقی کے کام میں حصہ لینا چاہیے۔ اس موقع پر اپنی تقریر میں مرکزی وزیر برقاب جناب فخرالدین علی احمد نے آندھرا پردیش کے اقدام کو سراہا اور کہا کہ اردو کے معاملہ میں آندھرا پردیش نے پہل کی ہے مجھے امید ہے کہ دوسری ریاستیں بھی اس مثال پر چلیں گی۔

(الجمعیۃ دہلی)

حلقۂ فکر و نظر حیدرآباد کے زیر اہتمام ادبی محفل کا انعقاد

حلقۂ فکر و نظر حیدرآباد کے زیر اہتمام گزشتہ دنوں منعقدہ مشاعرے کے سلسلے میں آگے بڑھتے ہوئے شعراء کے اعزاز میں ایک ادبی نشست کا انعقاد عمل میں آیا۔ یہ نشست زیرِ اہتمام نواب میر احمد علی خان کی قیام گاہ "واجد منشن" کے خوبصورت ایوان میں منعقد ہوئی، اس خصوصی محفل شعر کی صدارت علامہ حیرت بدایونی نے کی۔ جس میں ممتاز بیرونی شعراء کیفی اعظمی، جگن ناتھ آزاد، بیکل اتساہی، اعتبار ساجد اور کیلاش ماہر کا خیر مقدم کیا گیا۔

شرکائے محفل میں مخدوم محی الدین، حبیب الرحمٰن، رضوان خان شمسروانی، پروفیسر غلام دستگیر رشید، حکیم وسعت حسین خان، عابد علی خان ایڈیٹر "سیاست"، سرجیون لال چوپڑا، جیب... افسر کے علاوہ ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ نواب میر احمد علی خان نے میزبانی کے فرائض انجام دیے اور فرداً فرداً ہر ایک کا استقبال کیا۔ موصوف نے اپنی خیر مقدمی تقریر میں اردو ادبی ٹرسٹ کے قیام پر مسرت کا اظہار کیا اور اس نیک مقصد کی تکمیل میں بیرونی شعراء کے تعاون کی ستائش کی۔ اس سے قبل بشیر انور معتمد حلقۂ فکر و نظر نے بزم کی ادبی سرگرمیوں کا تعارف کراتے ہوئے نواب صاحب کی ادب دوستی اور ادب نوازی کا ذکر کیا۔ محفل شعر کا آغاز کیلاش ماہر کے کلام سے ہوا۔ اس کے بعد بیکل اتساہی، کیفی اعظمی، جگن ناتھ آزاد، اعتبار ساجد، علامہ حیرت بدایونی، سلیمان اریب، شاذ تمکنت، وقار خلیل، راہی قریشی، صلاح الدین نیر، رحیم اختر، ابو الفیض سحر، ڈاکٹر غیاث صدیقی، مجاہد الانصاری، علی الدین نوید اور قیصر رزاق نے کلام سنایا۔ حاضرین کے اصرار پر کیفی اعظمی، بیکل اتساہی اور شاذ تمکنت کو ایک سے زائد بار کلام سنانا پڑا۔ اس موقع پر نواب میر احمد علی خان کی جانب سے ایک پر تکلف عصرانہ ترتیب دیا گیا تھا۔ آخر میں وقار خلیل کے شکریے پر یہ محفل شعر اختتام کو پہنچی۔

(بشیر انور معتمد اعزازی)

اردو کو قانونی حیثیت دلانے کیلئے دعویٰ دائر کر دیا جائے

شیو پرشاد سنہا سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ کا مشورہ

دہلی (ڈاک سے) دہلی اردو کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے الہ آباد ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب شیو پرشاد سنہا سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف انڈیا نے کہا کہ موجودہ حکومت کے خلاف اردو کو قانونی حیثیت دلانے کے لیے فوراً سپریم کورٹ میں نالش کر دی جانی چاہیے جب کہ دستور کی تسلیم شدہ دیگر زبانوں کو قانونی طور پر تسلیم

کیا جا چکا ہے اگرچہ قانون داں طبقہ بزدل ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ اگر اردو والے ہمت سے کام لے کر ہر اس سرکاری سرکلر کو لینے سے انکار کر دیں جو ہندی میں ہو تو ایک نہ ایک دن اس کے اثرات سامنے آجائیں گے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں میں نے لکھنؤ کی ایک عدالت میں مختار نامہ داخل کیا جس کو کسی طرح قبول کرنے کے لیے عدالت تیار نہ تھی آخر کار میں عدالت کی میز پر وہ مختار نامہ رکھ کر چلا آیا۔ تیسرے دن مجھے اطلاع ملی کہ مختار نامہ قبول کر لیا گیا۔ بہرحال جب ہم اس عزم کے ساتھ اپنا حق طلب کریں گے تو اسی وقت ہم کو کامیابی ہوگی۔

(پیغام نہرو پٹنہ)

بھوپال کے اسکولوں کے ابتدائی درجوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے

انجمن ترقی اردو بھوپال کا مطالبہ

انجمن ترقی اردو بھوپال کی مجلس عاملہ کا جلسہ جناب ایم عرفان کی صدارت میں جناب اقتدار علی صاحب کے مکان پر منعقد ہوا۔ انجمن کے جنرل سکریٹری نے شاخوں کے تعلق سے تنظیم کے قواعد مجلس عاملہ کے سامنے پیش کیے جو مرکزی انجمن نے ۲۴ر اپریل ۱۹۹۶ء کو منظور کیے ہیں۔

جلسہ میں تین تجاویز متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔ ایک تجویز کے ذریعے اس بات پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا کہ بھوپال میں پرائمری درجات میں اردو کے نمبروں کو امتحانات کے نتیجے میں شامل نہیں کیا جاتا جس سے طلبہ کو اردو پڑھنے سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی جس علاقے کی اکثریت اردو بولنے والوں پر مشتمل ہو وہاں کے نظام تعلیم میں ابتدائی طور پر اردو کے ساتھ ایسی ناانصافی اردو دوستوں کے لیے باعث تشویش اور لسانی آزادی کے خلاف ہے۔ اس صورت حال میں مناسب تبدیلی کے لیے مجلس عاملہ نے جنرل سکریٹری کو مجاز قرار دیا کہ وہ اردو دوستوں کے تعاون سے ایک یادداشت تیار کر کے محکمۂ تعلیم کے اعلیٰ حکام اور وزیر سے مل کر اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کریں ایک اور تجویز کے ذریعے مجلس عاملہ نے طے کیا کہ بھوپال کے قابل فخر سپوت ہندوستان کی جنگ آزادی کے عظیم رہنما اور اردو کے بین الاقوامی نقیب مولانا برکت اللہ بھوپالی کی یادگار قائم کی جائے۔ اس مقصد کے لیے انجمن کی جنرل کونسل کا جلسہ ۲۹ر مئی کو طلب کیا جائے۔

ایک تجویز کے ذریعہ جناب اے۔ آر۔ رشدی کے استعفے سے خالی ہونے والی جگہ پر جناب یوسف انصاری صاحب میونسپل کونسلر کو مجلس عاملہ کا ممبر نامزد کیا گیا جلسہ نے یہ بھی طے کیا کہ مجلس عاملہ کا اگلا جلسہ ۲۵ر مئی کو طلب کیا جائے۔

(نامہ نگار بھوپال)

چنڈی گڑھ میں دو خصوصی ادبی نشستیں

گزشتہ دنوں ادبستان چنڈی گڑھ کے زیر اہتمام دو خصوصی نشستیں منعقد ہوئیں۔

پہلی نشست لسان الاعجاز پنڈت میلارام صاحب وفا راج کوی کے اعزاز میں جناب جگدیش چندر آئی۔ اے۔ ایس ڈپٹی سکریٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ پنجاب کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ جن مقامی شعرائے کرام نے اپنے کلام بلاغت نظام سے اس نشست کی رونق کو دوبالا کیا ان میں سے چند قابل ذکر نام یہ ہیں۔

حضرات من موہن شرما، سورج تنویر، پرکاش ناظر پرویز، اکھلیش کمار شرما، چاند پرکاش قمر، ساغر شفائی، ایچ تصور، کندن شباب ملت، یادو کرشن، گوپال مغموم، روشن پٹیالوی،

دوسری نشست اردو کے مشہور شاعر جناب عرش صہبائی کے اعزاز میں دیوان کیشو رام صاحب آئی۔ اے ایس۔ ڈپٹی سکریٹری ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ پنجاب کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔

جن شعرائے کرام نے اپنی شمولیت سے اس نشست کی رونق دوبالا فرمائی ان میں سے چند قابل ذکر نام یہ ہیں۔

حضرات ندرت انبالوی، من موہن شرما، ساغر شفائی، بدری پرشاد دلفگار، پرکاش ناظر پرویز، سورج تنویر، شباب ملت، یادو کرشن گوپال مغموم، پنڈت گنگا دھر تسنیم، روشن پٹیالوی،

دونوں نشستیں ادبستان کے جنرل سکریٹری روشن پٹیالوی کی قیام گاہ پر منعقد ہوئیں۔

جن میں افسران و اصحاب ذوق کی بھاری تعداد نے شرکت کی۔ یہ نشستیں ہر لحاظ سے کامیاب رہیں۔

(نامہ نگار)

تصحیح

"ہماری زبان" بابت ۱۵ر مئی ۱۹۹۶ء کے صفحہ ۳ اور صفحہ ۱۱ پر مالک رام صاحب کے خطبہ (اداریے کے نوٹ میں) اور جامعہ اردو کے جلسہ تقسیم اسناد کی خبر میں تاریخ غلطی سے ۸ر مئی کے بجائے ۸ر اپریل شائع ہوگئی ہے۔ قارئین ہماری زبان تصحیح کر لیں۔

(ادارہ)

———x x———

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپایا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا